Three Strangers

Thomas Hardy

تھری سٹرینجرز

ٹامس ہارڈی

سید عرفان علی

www.server555.com
www.SyedIrfanAli.com
Internet Archive
https://archive.org/details/@irfan_irfan

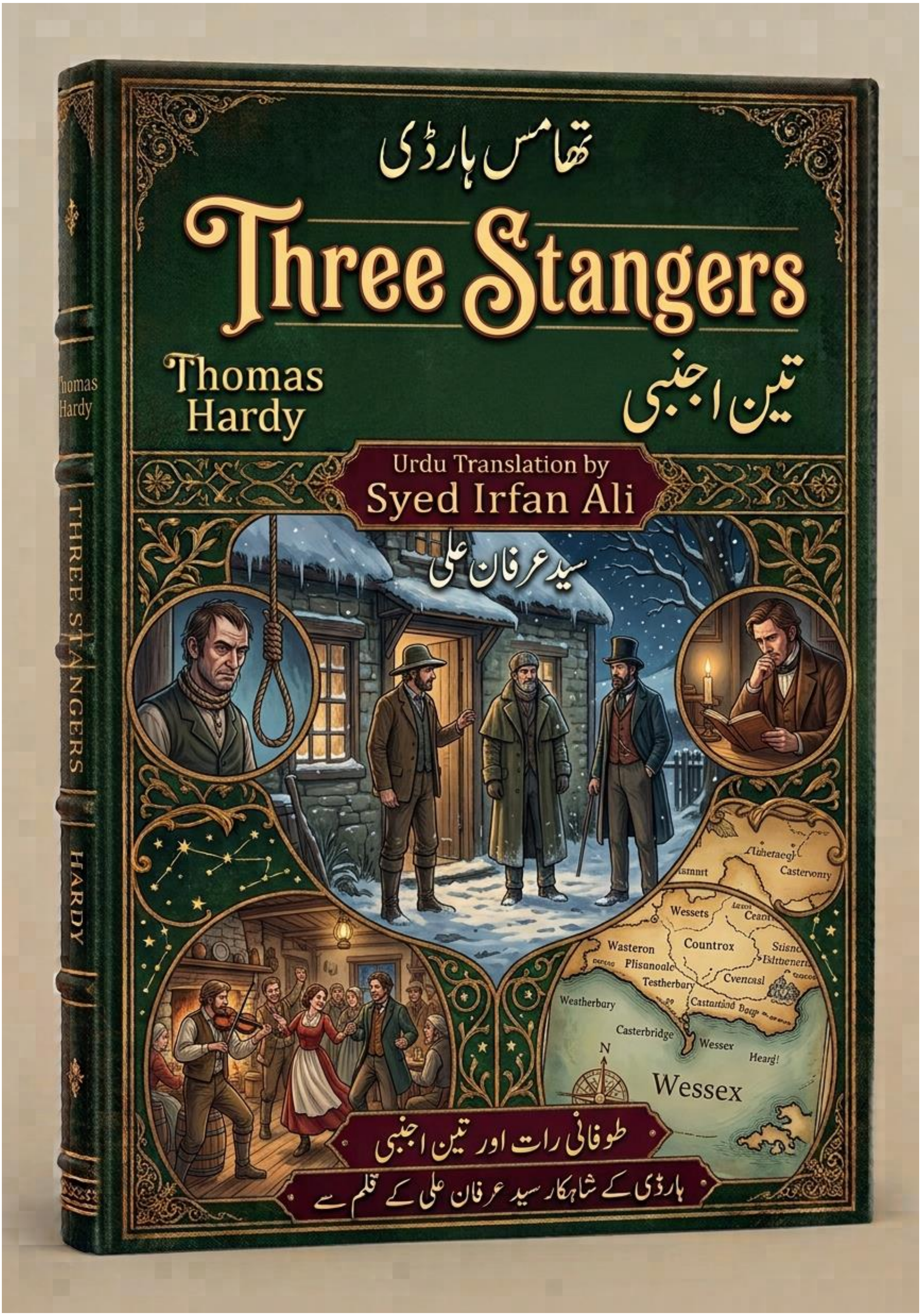
تھامس ہارڈی
Three Stangers
Thomas
Hardy
تین اجنبی
Urdu Translation by
Syed Irfan Ali
سید عرفان علی
Thomas Hardy
THREE STANGERS
HARDY
Wasteron
Countrox
Weatherbury
Casterbridge
Wessex
طوفانی رات اور تین اجنبی
ہارڈی کے شاہکار سید عرفان علی کے قلم سے

ٹامس ہارڈی کے تمام ناولز اردو آڈیو اور ٹیکسٹ ڈاؤن لوڈ کریں

The Three Strangers
Short Story by Thomas Hardy
First published: 1883

Thomas Hardy

Desperate Remedies	(1871)
Under the Greenwood Tree	(1872)
A Pair of Blue Eyes	(1873)
Far From the Madding Crowd	(1874)
The Hand of Ethelberta	(1876)
The Return of the Native	(1878)
The Trumpet-Major	(1880)
A Laodicean	(1881)
Two on a Tower	(1882)
The Mayor of Casterbridge	(1886)
The Woodlanders	(1887)
Tess of the D'Urbervilles	(1891)
The Well-Beloved	(1892)
Jude the Obscure	(1895)

سید عرفان علی کے قلم سے عالمی ادب کے تراجم

Internet Archive

https://archive.org/details/@irfan_irfan

www.SyedIrfanAli.com

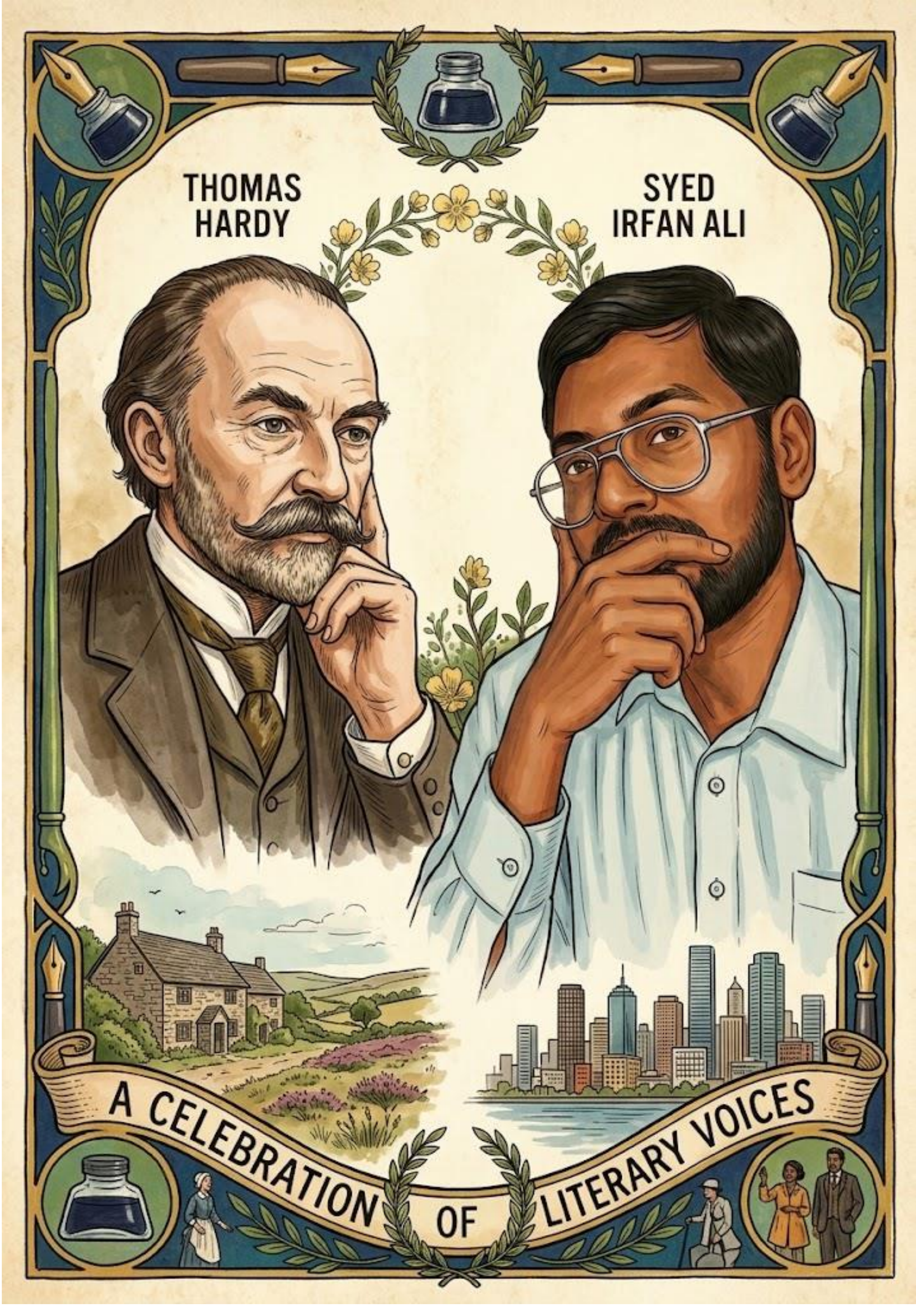
THOMAS
HARDY
SYED
IRFAN ALI
A CELEBRATION OF LITERARY VOICES

The Medieval Period 455 -1485

Old English (O.E) or Anglo-Saxon Period 450-1066

Beowulf

Middle English Period 1066-1500

1377

Piers Plowman by William Langland

The Age of Chaucer 1350-1400

1392

The Canterbury Tales

Geoffrey Chaucer

The Renaissance / Reformation 1485-1660

Early Tudor Period 1485-1558

1517

Martin Luther

1530

Sir Thomas Wyatt

Henry Howard, Earl of Surrey

The Elizabethan Age 1558-1603

Sir Philip Sidney 1578 – 1586

1587

Thomas Kyd

The Spanish Tragedy

Christopher Marlowe 1588-1593

William Shakespeare 1588-1613

1590

The Faerie Queene

Poem by Edmund Spenser

The Jacobean Age 1603-1625

Shakespeare's later work

John Donne 1590- 1617

Francis Bacon 1597- 1612.

Ben Jonson 1598- 1614 John Webster 1609- 1624
The Caroline Age 1625-1649 George Herbert, Robert Herrick Sons of Ben (devotion to Ben Jonson)
Neo-classical Period 1660-1798
Commonwealth Age / Puritan Age / Age of Milton 1649-1660 John Milton Paradise Lost 1658-1664 Andrew Marvell 1681 To His Coy Mistress
The Restoration Period or The Age of Dryden 1660-1700 John Dryden William Congreve 1693-1700 John Bunyan - The Pilgrim's Progress - 1678
Augustan Age / Age of Pope 1700-1745 Alexander Pope The Rape of the Lock 1712 Dr. Jonathan Swift Gulliver's Travels 1726 Lady Mary Wortley Montagu 1716 Daniel Defoe 1719-1724 Joseph Addison 1705- 1714 Richard Steele 1701 -1722
Age of sensibility / Age of Johnson 1745-1798 Edmund Burke Edward Gibbon Decline and Fall of the Roman Empire 1776-1788. James Boswell Dr. Samuel Johnson 1749- 1781 Henry Fielding 1730-1750 Samuel Richardson 1740-1753 Tobias Smollett 1748-1771 Laurence Sterne 1759 William Cowper The Task 1785
The Romantic Period1785-1830 or 1800-1850 Coleridge, Blake, Keats, Shelley

Prometheus Unbound 1820
Lyrical drama by Percy Bysshe Shelle

Regency era 1811-1820

Jane Austen,
Sir Walter Scott,
Susan Ferrier,
Maria Edgeworth

Gothic writings1790-1890

Ann Radcliffe,
Lewis, "Monk"
Bram Stoker in Britain.
In America, Gothic writers include
Poe and
Hawthorne.

The Victorian Period 1832-1901

George Eliot 1859-1876
Elizabeth Browning,
Alfred Lord Tennyson,
Matthew Arnold,
Robert Browning,
Charles Dickens,
Brontë sisters 1846-1857
Thomas Hardy 1871-1891
Robert Louis Stevenson 1883- 1894
Rudyard Kipling 1894-1902

1849

چارلس ڈکنز ڈیوڈ کوپر فیلڈ

1883

ٹامس ہارڈی تین اجنبی

The Pre-Raphaelites 1848-1860

Rossetti siblings and William Morris

بڑی سوچ کا بڑا فنکار ٹامس ہارڈی بنیادی طور پر ایک آرٹسٹ تھا

مگر اس کے آرٹ میں فلسفے کی گہری جھلک موجود ہے

تقدیر اور انسان کے درمیان کیا رشتہ ہے

یہی سوال اس سوچ اور فلسفے کی بنیاد ہے

جارج ایلیٹ کہتی ہے کہ انسان کو یہ حق حاصل ہے کہ نیکی اور بدی کے درمیان فیصلہ کرے
جبکہ ٹامس ہارڈی کہتا ہے کہ جب بھی مقابلہ ہو گا انسانی سوچ اور فطرت کے فیصلے کے درمیان

تو فتح صرف اور صرف فطرت کی ہی ہوگی

یعنی دنیا کی کچھ طاقتیں جن میں فطرت حادثات اتفاقات واقعات وغیرہ شامل ہیں
انسان کی خوشیوں سے حسد کرتی ہیں
اور ہماری قسمت کو ہماری خوشیوں کو ہمیشہ خاک میں ملانے کے درپے رہتی ہیں۔
دوسری طرف مشینوں کی حکومت اور امیر طبقہ خوشیوں اور خواہشات کو تباہ کرنے پر ہمیشہ تیار رہتا ہے -
بچہ پیدا ہوا روتے ہوئے رخصت بھی ہو گا پریشان حال اور درمیان کی زندگی بھی گزارے گا تکالیف اور پریشانیوں میں -
ہارڈی کے ناولز میں سکون ہے مگر تلخی اور چبھن کے ساتھ - لیکن اس تلخی اور چبھن سے ہم بدمزہ نہیں ہوتے -
آپ مضبوط ترین محل کی تعمیر کریں صحت مند ترین انسان کی طرف دیکھیں یا قارون کے خزانے پر نظر ڈالیں
کچھ نظر نہ آنے والی طاقتیں ان پر اثر انداز ہوں گی اور آپ کے دیکھتے ہی دیکھتے ان چیزوں کو تباہ و برباد کر دیں گی۔
صحت بیماری میں امیری غریبی میں محل کھنڈر میں باغ صحرا میں اور خوبصورتی بدصورتی میں تبدیل ہو جائے گی - یہ سب کچھ اس وقت تک ہوتا رہے گا جب تک زندگی موت میں نہیں ڈھل جاتی - انجانی طاقتوں کا یہ سلسلہ چلتا رہے گا یہ سوچے بغیر کہ انسان کتنی تکلیف میں ہے -

Wessex ویسکس

کا ہارڈی کے ناولز میں بہت اہم حصہ ہے - یہ علاقہ صرف ایک سٹیج نہیں جہاں انسانی کردار کہانی کو آگے بڑھائیں گے بلکہ ویسیکس تو خود ایک کردار ہے جو نہ صرف دیگر کرداروں پر بلکہ پڑھنے والوں پر بھی بہت گہرا اثر چھوڑتا ہے - یہ پیدائش سے موت تک اور خوشی سے غمی تک سب چیزوں کا اظہار بھرپور طریقے سے کرتا ہے -

تھری سٹرینجرز   تین اجنبی

انگلینڈ کے دیہی علاقے کے کچھ خدوخال ایسے بھی ہیں جو صدیاں گزرنے کے باوجود بہت کم تبدیل ہوئے ہیں۔
ان میں انگلینڈ کے جنوب اور جنوب مغرب کے ایک وسیع علاقے میں موجود گھاس اور جھاڑیوں کے میدان چھوٹی پہاڑیاں، گھاٹیاں اور چراگاہیں شامل ہیں۔
انسان کی موجودگی یہاں پر کم ہی نظر آتی ہے اور وہ بھی اکادکا چرواہوں کی جھونپڑیوں کی شکل میں۔
پچاس سال پہلے ایسی ہی ایک جھونپڑی بلند گھاٹی پر تعمیر کی گئی تھی جو کہ شاید ابھی بھی موجود ہو۔ اگرچہ وہ جگہ بالکل سنسان نظر آتی تھی مگر درحقیقت نزدیکی قصبہ پانچ میل کی دوری سے زیادہ نہ تھا۔ اس کے باوجود قصبے کی رونق یہاں بالکل نظر نہ آتی۔ ایک تو پانچ میل کا راستہ بہت ناہموار تھا دوسرے طویل خراب موسموں میں برف باری، بارش، ژالہ باری اسے آبادی سے اس قدر علیحدہ کردیتے تھے کہ انسانوں سے دور رہنے کی خواہش رکھنے والے لوگ انتہائی خوشی کے ساتھ مکمل تنہائی میں یہاں قیام پذیر ہوسکتے تھے۔ اور تو اور اچھے موسم میں بھی تنہائی پسند کرنے والے شاعر، فلاسفر، فنکار اور اسی طرح کے دوسرے قبیلوں کے لوگوں کے لئے بھی یہاں رہائش رکھنی مشکل تھی۔
اگرچہ ایسی سنسان جگہوں میں جو کچے مکان اور جھونپڑیاں تیار کی جاتی ہیں ان کی تعمیر میں لکڑی اور مٹی سے مدد لی جاتی ہے اور درختوں اور بیلوں کی چھاؤں میں یہ تعمیر کئے جاتے ہیں، مگر Higher Crowstairs میں جس گھر کا تذکرہ کیا جارہا ہے وہاں ایسی کوئی چیز نہ تھی۔ وہ مکان اکیلا ہی وہاں کھڑا تھا۔ شاید وجہ یہ تھی کہ دو مختلف راستے آکر اس سے مل رہے تھے جو پانچ صدیوں سے بھی زیادہ پرانے تھے۔ اس گھر کے لئے تیز ہواؤں اور بارش سے بچنے کا کوئی سہارا نہیں تھا۔ دور سے دیکھنے والے احساس کرتے کہ اسے موسموں کی شدت کا سخت سامنا کرنا پڑتا ہوگا مگر درحقیقت یہ اتنی بری جگہ بھی نہیں تھی۔ کڑاکے کی سردی اور دھند بھی دوسری جگہوں کے مقابلے میں قابل برداشت تھی۔ ایسے خراب موسموں میں دوسرے لوگ چرواہے اور اس کے بیوی بچوں کو ایسی جگہ رہنے کی وجہ سے ہمدردی سے دیکھتے ان کے لئے ہمدردی محسوس کرتے۔ جس کے جواب میں وہ کہتے کہ جب ایک نزدیکی پرسکون جگہ میں ندی کے کنارے وہ رہائش رکھتے تھے تو اس جگہ کی نسبت اب زیادہ سکون میں اور صحت مند زندگی گزار رہے ہیں۔
28 مارچ کہ وہ ایک ایسے ہی رات تھی جب وہاں رہنے والے لوگوں پر ہمدردی محسوس کی جاسکتی تھی۔ طوفانی بارش مسلسل برس رہی تھی اور اس گھر سے ٹکراتے ہوئے تیز آواز پیدا کررہی تھی۔ جیسے دو افواج میں شدید جنگ جاری ہو۔ وہ جانور جن

کے پاس بارش سے بچنے کی کوئی جگہ نہیں تھی ٹھٹھرے کھڑے تھے۔نازک پرندوں کو ہوا ایسے اڑائے جا رہی تھی جیسے شدید ہوا سے چھتری کا منہ دوسری طرف ہو جاتا ہے۔گھر کے گرد پانی اور کیچڑ نظر آ رہی تھی۔

مگر جو بھی اس چرواہے کے لئے ہمدردی محسوس کرے گا وہ غلطی پر ہو گا۔کیونکہ وہ تو آج جشن منانے میں مصروف ہے۔اس نے ایک بڑی دعوت کا اہتمام کیا تھا جو اس کی دوسری بیٹی کی پیدائش کے سلسلے میں تھی۔اس طوفان کی ابتدا سے پہلے ہی مہمان اس کے گھر میں پہنچ چکے تھے اور سب بڑے کمرے میں جمع تھے۔اس طوفانی موسم میں بھی اگر کوئی رات آٹھ بجے اس گرم آرام دے کمرے کو دیکھتا تو سوچے بغیر نہیں رہ سکتا تھا کہ اس سے بہتر اور خوشگوار زندگی ممکن نہیں ہے۔کمرے کی دیواروں پر آتش دان کے اوپر کافی سارے سجے ہوئے رنگین اور خوبصورت بھیڑوں کی حفاظت کرنے والے ڈنڈے موجود تھے۔جن سے اس گھر کے مالک کے پیشے کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔

کچھ ڈنڈے تو ایسے تھے جن کی تصویریں قدیم کتابوں میں ہی ملتی ہیں اور کچھ موجودہ فیشن کے تھے۔

آدھی درجن موم بتیوں سے کمرہ خوب روشن کیا گیا تھا۔صرف اہم دنوں پر استعمال ہونے والے موم بتی دان پر وہ سجائی گئی تھیں۔آتشدان کے اوپر موجود دو موم بتیاں ہمیشہ وہاں ہونے والی دعوت کی نشاندہی کرتی تھیں۔آتشدان میں لکڑیاں جلتے ہوئے ایک احمق کے ہنسنے جیسی آواز پیدا کرتیں۔

دعوت میں موجود انیس لوگوں میں سے پانچ خواتین تھیں۔جو مختلف چمکدار رنگوں کے کوٹ پہنے ہوئے دیوار کے قریب موجود کرسیوں پر بیٹھی ہوئی تھیں۔لڑکیاں جن میں سے کچھ شرمیلی تھیں اور کچھ تیز طرار کھڑکی کے قریب بینچ پر بیٹھی تھیں۔وہاں موجود چار آدمیوں میں چارلی جیک پیشے کے لحاظ سے بڑھئی تھا۔Elijah New چرچ میں کلرک کی ملازمت کرتا تھا۔John Pitche نزدیک ہی رہائش پذیر گوالا تھا اور چرواہے کی بیوی کا باپ۔یہ سب لوگ ایک آرام دہ گدے پر لیٹے ہوئے تھے۔ایک نوجوان اور خوبصورت دوشیزہ جن کی شادی کی بات پکی ہونے والی تھی وہ شرمائے ہوئے ایک طرف موجود الماری کے نیچے بیٹھے تھے۔

پچاس سال کی بڑی عمر کا آدمی اپنی منگیتر کے قریب رہنے کی بے چینی سے کوشش کر رہا تھا۔کمرے کا ماحول بہت خوشگوار تھا ہر کوئی اپنے من چاہے انداز میں موجود تھا۔سب ایک دوسرے کا خیال رکھ رہے تھے۔سب کی یہی کوشش تھی کہ کوئی ایسی بات نہ کرے جس سے دوسرے کا دل دکھے اور دعوت کا مزہ کرکرا ہو۔

گھر کے مالک چرواہے کا نام Fennel فینل تھا۔جس کی شادی ایک اچھی عورت سے ہوئی تھی۔جس کا باپ ایک گوالا تھا اور تھوڑی ہی دور ایک گھاٹی پر اس کا گھر تھا۔جہیز میں وہ پچاس گنیز کی رقم لائی تھی جو ابھی بھی اس کے پاس موجود تھی۔اس کنجوس عورت کا خیال تھا کہ بہت زیادہ ضرورت پڑنے پر ہی انہیں استعمال کرے گی۔وہ اس طرح کی دعوتوں کی عادی تھی۔آدمی اتنی بے فکری سے آرام کر رہے تھے کہ جلد ہی گھر میں موجود

تمام شراب ختم کرنے والے تھے۔رقص میں مصروف کر کے لوگوں کی توجہ شراب سے ہٹائی جا سکتی تھی لیکن اس کا نقصان یہ تھا کہ رقص کے بعد لوگوں کی بھوک میں بہت زیادہ اضافہ ہو جائے گا۔
چرواہے کی بیوی عقلمند تھی تو ذہن میں منصوبہ بنایا کہ وقفے وقفے سے رقص اور گفتگو کی محفل سجنی چاہیئے، درمیان میں گانوں کا سلسلہ بھی چلے تاکہ لوگ بھی خوش رہیں،شراب بھی کم استعمال ہو اور کھانے کی بھی بچت ہوسکے۔چرواہا آج حاتم طائی بنتے ہوئے دوسروں کو بھی دل کھول کر کھانے پینے کا موقع دینا چاہتا تھا اور خود بھی اسی طرح کھانے کی خواہش تھی۔

Fiddler سارنگی اسی علاقے کا ایک بارہ سالہ بچہ اپنی چھوٹی انگلیوں کے باوجود بہت ہی شاندار طریقے سے لوک دھن بجا رہا تھا۔کم عمری اور انگلیاں چھوٹی ہونے کی وجہ سے کبھی کبھی دھن خراب بھی ہو جاتی۔سات بجے اس کم عمر لڑکے نے سارنگی بجانی شروع کی۔چرچ کا کلرک اپنے ساتھ موسیقی بجانے کے لئے serpent لے کر آیا تھا اور اب ان دونوں کی موسیقی کے درمیان لوگ رقص کر رہے تھے۔مسز Fennel خاموشی سے ان موسیقی بجانے والوں کے ساتھ موجود تھی تاکہ پندرہ منٹ کے بعد موسیقی اور رقص کی محفل کو منقطع کر دیا جائے۔ دراصل اس کے ذہن میں تو خیال کھانے کی بچت کا تھا۔مگر دونوں لڑکے موسیقی بجانا بند کرنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ایک سترہ سالہ لڑکا جو تینتیس سال کی خاتون کے ساتھ عشق میں مصروف تھا اس نے چند روپوں کی رشوت موسیقی بجانے والوں کو دے دی تاکہ وہ اپنی موسیقی کو جاری رکھیں۔

مسز فینل نے جب دیکھا کہ لوگ رقص کرتے ہوئے پسینے سے شرابور ہو رہے ہیں تو اس نے موسیقی بجانے والے کو ہاتھ لگا کر رکنے کا اشارہ کیا مگر جلد ہی احساس ہوگیا کہ اگر زبردستی موسیقی اور رقص کو رکوائے گی تو لوگ اسے ناپسند کرنے لگیں گے۔اس لئے تھک ہار کر بیٹھ گئی اور لوگوں نے موسیقی کی آواز پر رقص جاری رکھا۔لوگ گردش کرتے سیاروں کی طرح کمرے میں رقص کرتے ہوئے اپنے محور پر گھومتے رہے۔ایک دوسرے سے قریب آتے ہوئے اور دور جاتے ہوئے۔اس وقت تک یہ جاری رہا جب تک زمین پر رکھے ہوئے کلاک کی گھنٹے والی سوئی نے اپنا ایک چکر مکمل نہ کر لیا۔

چرواہے کے دیہاتی مگر آرام دہ گھر میں سب خوشیاں منا رہے تھے مگر اچانک ایک واقعہ نے ان کی توجہ ہٹا دی۔مسز فینل چرواہے کی بیوی نے یہ دیکھ کر پریشانی محسوس کی کہ اس خراب موسم میں دور کے قصبے کی جانب سے ایک مسافر بارش میں بھیگتا اور کیچڑ بھرے راستے میں چلتا ہوا ان کے گھر کی طرف آ رہا تھا۔تمام رات کے وقت اگرچہ آسمان پر بادل موجود تھے مگر

چودھویں کے چاند کی وجہ سے گھر کے باہر کی تمام چیزیں نظر آ رہی تھیں۔ اس غمگین اور اداس موسم میں آدمی کے چلنے کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ نوجوانی کے دور سے گزر چکا ہے۔ لگ بھگ چالیس سال کے قریب اس کی عمر ہو گی۔ سپاہیوں کو بھرتی کرنے والے افسر کی طرح وہ لگ رہا تھا جن کی آنکھیں جائزہ لینے کے بعد ہی کسی کے قد کو بتا سکتی تھیں۔ قد تو اس کا عام لوگوں جیسا تھا مگر اس کے دبلے پن کی وجہ سے زیادہ لگ رہا تھا۔ وہ تیزی مگر احتیاط سے قدم آگے بڑھا رہا تھا۔ اسے دیکھنے سے اندازہ ہو سکتا تھا کہ وہ کسان وغیرہ نہیں بلکہ کسی معزز پیشے سے تعلق رکھتا ہے۔

جب وہ چرواہے کے گھر کے قریب پہنچا تو بارش اور زیادہ تیز ہو چکی تھی۔ چھوٹا سا گھر طوفانی بارش اور ہوا سے مقابلہ کرتے ہوئے اسے روکنے کی کوشش میں مصروف تھا۔ گھر کے سامنے جانور رکھنے کے لئے جگہ بنائی گئی تھی مگر اس کے چاروں طرف پودے یا جھاڑیاں موجود نہیں تھیں۔ اس کی آنکھوں نے گھر کی پیلی چھت کو دیکھا اور اس کے باہر نکلے ہوئے حصے میں بارش سے بچنے کے لئے کھڑا ہو گیا۔ بارش اور ہواؤں کی آواز کے ساتھ نزدیک سے ہی موسیقی کی آواز بھی آ رہی تھی۔ نزدیک ہی آٹھ دس شہد کے چھتے موجود تھے جن کا شہد نیچے رکھے ہوئے برتنوں میں گر رہا تھا۔ بلند جگہ پر واقع ایسے تمام گھروں میں جہاں پانی کی کمی ہوتی ہے مختلف برتنوں میں بارش کا پانی جمع کیا جاتا ہے۔ یہاں بھی ایسا ہی کیا جا رہا تھا۔ تاکہ بعد میں اس بارش کے پانی کو گھر کے کاموں میں استعمال کیا جا سکے۔ گرمیوں کے خشک موسم میں تو ایسے گھروں میں استعمال شدہ پانی کو بھی دوبارہ مختلف طریقوں سے استعمال کیا جاتا ہے۔ مگر اس موسم میں تو بارش کا بہت زیادہ پانی انہیں میسر تھا۔

بالآخر موسیقی کی آواز آنا بند ہوئی اور گھر میں خاموشی چھا گئی۔ جس سے اس شخص نے بہت زیادہ تنہائی اور اکیلے پن کو محسوس کیا۔ گھر کے دروازے کی طرف قدم بڑھائے۔ باہر رکھے ہوئے برتن سے کافی سارا پانی پیا پھر دروازہ بجانے سے پہلے رک کر سوچنے لگا کہ اس گھر کے لوگ کس طرح کے ہوں گے اور اس خراب موسم میں کیا اسے گھر میں داخلے کی اجازت دیں گے۔ اس نے دوبارہ مڑ کر ادھر ادھر کا جائزہ لیا مگر کوئی انسان نظر نہ آیا۔ راستہ دور تک بل کھاتے ہوئے جا رہا تھا۔ چھوٹے سے کنوئیں کی چھت کو اچھی طرح ڈھانپا گیا تھا۔ دور سفید رنگ سے اندازہ ہو رہا تھا کہ چراگاہوں کے درمیان کی ندیاں پانی سے بھر چکی ہیں۔ دور کے جس قصبے سے وہ آ رہا تھا وہاں سے ہلکی روشنیاں بھی نظر آ رہی تھیں۔

پھر ہمت کرتے ہوئے اس نے دروازے کو بجایا۔ ادھر ادھر کی باتوں کے بعد دوبارہ موسیقی بجنا شروع ہو چکی تھی اور بڑھئی اپنے پسندیدہ گانے کی فرمائش کر رہا تھا۔

لیکن وہ گانا دوسروں کا پسندیدہ نہیں تھا۔ اسی لئے اس وقت دروازے کی دستک کو انہوں نے پسند کیا۔

چرواہے نے مسافر کو اندر آنے کے لئے کہا۔ وہ اندر داخل ہوا تو چرواہے نے دو موم بتیاں اٹھا کر اس کے چہرے کا جائزہ لیا۔ دیکھا کہ مسافر کا رنگ سانولا ہے مگر چہرے کے نقوش دلکش تھے۔ اس کی ٹوپی اس کی بڑی بڑی پر اعتماد آنکھوں پر جھکی ہوئی

تھی۔ مسافر نے کمرے کا غور سے جائزہ لیا اور اس کے ماحول سے خوشی محسوس کی۔ اپنی ٹوپی سر سے اتاری جہاں بکھرے ہوئے بال تھے۔

اپنی بھاری آواز میں کہنے لگا دوستوں باہر بارش بہت شدید ہے تو آپ مجھے براہ مہربانی اندر آنے کی اجازت دیں۔

چرواہے نے کہا ضرور تشریف لائیں۔ آپ تو خوش قسمت ہیں کہ بہت اچھے وقت پر تشریف لائے۔ کیوں کہ ہم اس وقت خوشیوں کا جشن منانے میں مصروف ہیں اور بچے کی پیدائش پر خوشیاں منانے کا موقع تو سال میں ایک مرتبہ ہی مل سکتا ہے۔ ایک عورت نے کہا کہ بچوں کی پیدائش تیزی سے مکمل کرتے ہوئے جلد از جلد خاندان کو مکمل کر لینا چاہیئے تاکہ پھر تسلی سے دوسرے کام بھی کئے جا سکیں۔ مسافر کے پوچھنے پر بتایا کہ بچے کی پیدائش کا جشن منایا جا رہا ہے۔ مسافر نے جام کا گلاس خوشی سے قبول کر لیا۔ اندر داخل ہوتے ہوئے مسافر پریشان تھا مگر اب اچھے اخلاق کو دیکھ کر اطمینان محسوس کر رہا تھا۔

پچاس سال کی عمر میں شادی کرنے والے آدمی نے مسافر سے کہا کہ آپ نے دیر سے سفر شروع کیا ہے۔ مسافر نے جواب دیا۔ ہاں آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ بارش نے مجھے گیلا کر دیا ہے اور محترمہ اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو کیا میں آتش دان کے قریب بیٹھ سکتا ہوں۔

چرواہے کی بیوی نے بن بلائے مہمان کو اجازت دیتے ہوئے بیٹھنے کا انتظام کر دیا۔ مسافر نے بے تکلفی سے اپنے ہاتھ اور پیر پھیلا کر آتشدان کی آگ کے بہت قریب کر لئے۔ چرواہے کی بیوی کو جب اپنے جوتوں کا جائزہ لیتے ہوئے دیکھا تو کہنے لگا ہاں یہ خراب ہو چکے ہیں اور یہ آرام دے بھی نہیں ہیں۔ آج کل میرے حالات خراب ہیں تو جو بھی مل جاتا ہے اس پر گزارا کر لیتا ہوں۔ مگر گھر پہنچ کر جوتوں کا ایک اچھا جوڑا خرید لوں گا۔

چرواہے کی بیوی نے سوال کیا۔ کیا آپ قریب ہی رہتے ہیں؟

نہیں میرا دیہات کچھ دور ہے۔

چرواہے کی بیوی نے جواب دیا کہ تمہاری گفتگو سے میں نے اندازہ لگایا کہ شادی سے پہلے میں جہاں رہتی تھی تم اس علاقے سے ہی تعلق رکھتے ہو۔

آدمی نے جواب دیا کیونکہ میری عمر آپ سے بہت زیادہ ہے اس لئے آپ نے میرے بارے میں نہیں سنا ہو گا۔ اپنے کم عمر ہونے کا سن کر چرواہے کی بیوی خوشی محسوس کر رہی تھی اس لئے مزید پوچھ گچھ کا ارادہ ترک کر دیا۔

اگر مجھے تھوڑا سا تمبا کو بھی مل جائے تو میں آپ کا شکر گزار ہوں گا۔

چرواہے نے جب تمبا کو بھرنے کے لئے سگار مانگا تو مسافر نے سگار بھی مانگ لیا۔

چرواہے نے کہا کہ وہ تو آپ کے پاس ہونا چاہیئے تھا۔

کہیں راستے میں وہ گر گیا۔

چرواہے نے سگار بھی اس کو پینے کے لئے دے دیا۔
مسافر نے جیب میں ہاتھ ڈال کر تمباکو تلاش کرنے کی کوشش کی اور پھر پریشان ہو کر کہا کہ تمباکو بھی گر گیا۔
سگار جلانے کے لئے موم بتی کے قریب منہ کر کے جب اندر سانس کھینچا تو آگ کی لو بھی سگار کے اندر جانے لگی۔ دوبارہ سکون سے بیٹھنے کے بعد اپنی ٹانگوں سے خشک ہونے پر نکلتے ہوئے دھویں کی طرف دیکھنے لگا۔ اس طرح جیسے مزید گفتگو کی خواہش نہ ہو۔
وہاں موجود دوسرے مہمان آپس کی گفتگو میں اتنے مصروف تھے کہ انہوں نے مسافر کی طرف زیادہ توجہ نہیں دی۔ موضوع موسیقی بجانے والوں سے اگلے رقص کی دھن تھی۔ مگر جیسے ہی وہ دوبارہ رقص کے لئے کھڑے ہوئے تو اسی وقت دروازہ ایک مرتبہ پھر بجایا گیا۔
مسافر آگ جلانے والی سلاخ کو اس طرح آتشدان میں گرم کرنے لگا جیسے اپنی حفاظت کی تیاری کر رہا ہو۔
چرواہے نے ایک بار پھر دروازہ بجانے والے کو اندر بلا لیا۔
دوسرا مسافر بھی ان کے لئے اجنبی تھا مگر پہلے مسافر سے بالکل مختلف نظر آ رہا تھا۔ پہلے آنے والے سے عمر میں کافی بڑا۔ چہرہ دیکھتے ہی علم ہو جاتا تھا کہ یہ زیادہ بہتر طور طریقے رکھنے والا اور خوش مزاج دوسروں سے گھل مل جانے والا انسان ہے۔ بالوں پر بارش کے قطرے، سخت جھاڑیوں کی مانند بھونیں۔ مونچھیں گالوں کی طرف تراشی ہوئیں۔ نرم مگر گوشت سے بھرا ہوا چہرہ جس میں طاقت اور مضبوطی نمایاں تھی۔ ناک کے قریب شراب زیادہ پینے کی وجہ سے بننے والے سرخ دانے۔ کوٹ اتارنے پر اس کا بھورے رنگ کا لباس نظر آنے لگا۔ دھات سے بنے ہوئے بڑے بڑے بٹن اور گھڑی کی زنجیر نظر آ رہی تھی۔ اس نے کچھ دیر رکنے کی اجازت مانگی۔ میں کاسٹر برج جا رہا ہوں لیکن بارش سے گیلا ہو سکتا ہوں۔
چرواہے نے اسے بیٹھنے کے لئے تو کہا مگر پہلے مسافر سے کم گرم جوشی کے ساتھ۔ وہ کنجوس نہیں تھا مگر اس جگہ پر مہمانوں کے لئے مزید گنجائش باقی نہیں رہی تھی۔ کرسیاں بھی کم پڑ رہی تھیں اور گیلے مہمان عورتوں کے چمکدار خوبصورت لباس سے تو دور ہی رکھنے تھے۔ آدمی نے اپنا کوٹ اور ٹوپی اس طرح کیل پر لٹکائی جیسے وہ بہت خاص مہمان ہو۔ آگے بڑھتے ہوئے میز کے ساتھ بیٹھ گیا۔ جو رقص میں مصروف لوگوں کے لئے جگہ بنانے کی وجہ سے آتش دان کے قریب پہنچا دی گئی تھی۔ دونوں مسافر بہت نزدیک بیٹھے ہوئے تھے۔ سر کو ہلاتے ہوئے اجنبیت ختم کرتے ہوئے سلام دعا لی۔ پہلے مسافر نے دوسرے مسافر کو گھر کا وہ پیالہ پیش کیا جس کا منہ بہت سی نسلوں کے استعمال کی وجہ سے گھس چکا تھا۔ دوسرا آدمی خوشی سے پیالے میں موجود شراب پینے لگا اور کئی مرتبہ دل بھر کر پی۔ چرواہے کی بیوی یہ سب کچھ دیکھ کر سخت غصہ محسوس کر رہی تھی کہ پہلا مسافر تو خود مہمان ہے تو دوسرے مسافر کو گھر کے مالک سے بغیر پوچھے شراب کیسے پیش کر سکتا ہے۔

مسافر نے شراب پیتے ہوئے کہا کہ جب آپ کے باہر لگے ہوئے شہد کے چھتوں کو دیکھا تھا تو یقین ہو گیا تھا کہ یہاں پر شہد ہے تو شہد سے بنی ہوئی شراب بھی یقینی طور پر موجود ہو گی۔ مگر یہ اس قدر شاندار ہو گی یہ تو میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ یہ کہنے کے بعد دوبارہ شراب پینی شروع کی اور آخری قطرے تک پیالے کو خالی کر دیا۔

چرواہے نے کہا کہ آپ کو مزیدار لگی یہ ہماری خوش قسمتی ہے۔

چرواہے کی بیوی نے سپاٹ لہجے میں کہا کیا واقعی بہت اچھی تھی۔ یہ تیار کرنی بہت مشکل ہوتی ہے۔ ہم تو خود شہد کو بہت احتیاط سے استعمال کرتے ہیں۔ انداز ایسا تھا جیسے کہہ رہی ہو کہ تم دونوں کا شراب پینا ہمیں بہت مہنگا پڑ رہا ہے۔

دوسرے مسافر نے اس بات کو نظر انداز کرتے ہوئے ایک اور پیالہ شراب کا پیا اور کہنے لگا کہ پرانی شراب کتنی شاندار ہوتی ہے۔ پھر ہنستے ہوئے پہلا مسافر سگار پیتے ہوئے کہنے لگا اتنی شاندار تھی جتنا میں چرچ جاتے ہوئے خوشی محسوس کرتا ہوں یا کسی کی مدد کرتے ہوئے۔ دونوں مسافر ایک دوسرے کے مزاح سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

دوسرے مسافر نے کہا کہ بہت مشکلات کے بعد شراب تیار کی جاتی ہے مگر پھر بھی اتنی مزے دار نہیں ہوتی جتنی یہ ہے۔ پھر گرمی لگنے کی وجہ سے اپنے لباس کے بٹن کھولے اور دوبارہ بتایا کہ میں کاسٹر برج جا رہا ہوں جیسے یہ بہت اہم بات ہو۔ اگر بارش نہیں آتی تو میں وہاں پہنچ چکا ہوتا جس نے مجھے آپ کا مہمان بننے پر مجبور کر دیا۔ مگر کوئی افسوس نہیں کیونکہ میں اتنی شاندار شراب سے لطف اندوز ہو رہا ہوں۔

چرواہے کے پوچھنے پر مسافر نے کہا کہ میں کاسٹر برج میں مستقل تو نہیں رہتا مگر جلد ہی وہاں مستقل رہائش رکھنے کا ارادہ ضرور ہے۔

چرواہے کے پوچھنے پر مسافر نے جواب دیا کہ نہیں میں وہاں کام نہیں کرتا۔

چرواہے کی بیوی نے طنزیہ کہا کہ اتنے دولت مند انسان کام کہاں کرتے ہیں۔

مسافر ان الفاظ پر غور کرنے لگا پھر کہا کہ میں دولت مند نہیں ہوں میں اس لئے کام کرتا ہوں کیونکہ اس کے بغیر میرا گزارا نہیں۔ آدھی رات کو بھی کاسٹر برج پر پہنچنے کے بعد مجھے کام شروع کرنا پڑے گا۔ موسم چاہے جیسا بھی ہو کل آٹھ بجے میں نے اپنا کام مکمل کرنا ہے۔

چرواہے کی بیوی نے کہا افسوس تمہارا کام تو ہم سے بھی گیا گزرا ہے۔

دوسرے مسافر نے کہا میرے کام کی نوعیت ہی اس طرح کی ہے۔ اگرچہ مجھے کاسٹر برج پہنچ کر رہائش کا بھی بندوبست کرنا ہے۔ مگر میں یہاں بیٹھ کر ایک پیالہ اور شراب ضرور پیوں گا۔ چرواہے کی بیوی نے کچھ ناراضگی کا اظہار کیا تو چرواہا کہنے لگا کہ ہمارے گھر میں کبھی کبھار ہی دعوت ہوتی ہے آپ کو ضرور شراب پینی چاہیئے۔ تہہ خانے سے شراب لے کر آتا ہوں۔ اس کی بیوی اس کے پیچھے گئی اور اکیلے میں قدرے غصے سے کہنے لگی کہ یہ تم کیا کر رہے ہو؟ وہ تو پہلے ہی بہت زیادہ لوگوں کی شراب

اکیلے پی چکا ہے۔ اس کے باوجود مزید کی خواہش کر رہا ہے۔ چرواہے نے کہا کہ وہ اسے اچھی لگ رہی ہے اس لئے مزید کی خواہش کر رہا ہے۔ بیوی نے کہا کہ مان نہ مان میں تیرا مہمان۔ کتنی بے شرمی سے کتنی زیادہ پی گیا۔ شوہر نے پیار سے بیوی کو سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ ہمارا مہمان ہے باہر کتنا خراب موسم ہے ہم تو اپنی خوشیوں میں شریک کر رہے ہیں۔ ایک اور پیالے سے ہمیں کیا فرق پڑے گا جلد ہی ہم مزید شراب تیار کر لیں گے۔ بیوی نے شراب کے ڈرم کو غور سے دیکھا اور کہنے لگی کہ یہ آخری پیالہ ہوگا پتہ نہیں کہاں سے آیا ہے اور کیا کرتا ہے۔ شوہر نے کہا کہ اسے علم تو نہیں مگر معلوم کر لے گا۔

چرواہے کی بیوی نے اوپر مہمان کو اب چھوٹے پیالے میں شراب دی۔ شراب ختم ہونے کے بعد چرواہے نے اجنبی سے اس کے کام کے متعلق پوچھا۔ اس کے جواب دینے میں تاخیر کے دوران پہلے مسافر نے تیزی سے کہا کہ میں تو پہیئے ٹھیک کرنے کا کام کرتا ہوں۔

چرواہے نے کہا اس میں تو کافی کمائی ہوتی ہے۔

دوسرے مسافر نے کہا کہ عقلمند انسان میرے پیشے کے بارے میں سمجھ سکتے ہیں۔

بڑھئی نے اپنے ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے کہا کہ کسی انسان کے ہاتھ کو دیکھ کر اس کے پیشے کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ دیکھو میری انگلیوں میں زخموں کے کتنے نشان ہیں جیسے کوئی پرانا / پن کشن۔ یہ سن کر پہلا مسافر جلدی سے اپنے سگار کو ایسے پینے لگا جیسے دل میں کوئی چور ہو۔

دوسرے مسافر نے کہا کہ میرا کام مجھ سے زیادہ دوسروں پر اثر انداز ہوتا ہے۔ یہ پہیلی سن کر وہاں موجود تمام لوگ خاموش رہے۔

چرواہے کی بیوی نے ماحول کو خوشگوار بنانے کے لئے گانے کی فرمائش کی اور ایک مرتبہ پھر تمام لوگ تفریح میں مصروف ہو گئے۔ مگر کسی کی آواز بھدی تھی تو کسی کو گانے کے الفاظ یاد نہ تھے۔ مسافر بھی زیادہ شراب پینے کی وجہ سے خوشگوار موڈ میں آ چکا تھا۔ دماغ میں گرمی پہنچی تو کہا کہ میں آپ کو گانا سناتا ہوں اور پھر فوری طور پر گانا شروع ہو گیا۔

میرا پیشہ میرا کام

تو بہت ہی نایاب ہے

آپ لوگ تو سادہ چرواہے ہو

میرا کام تو دید کے قابل ہوتا ہے

دیکھنے کے لائق ہوتا ہے

میں اپنے گاہکوں کے گلے میں پھندا ڈال دیتا ہوں

اور انہیں اوپر لٹکا دیتا ہوں

انہیں دور دراز کے جہان میں پہنچادیتاہوں

یہ سن کر وہاں موجود تمام لوگ مکمل خاموش ہو گئے۔ مسافر نے جب سب لوگوں کو اپنے ساتھ گانے کی دعوت دی تو پہلا مسافر اپنے خشک گلے کو تر کرتے ہوئے اس کے ساتھ گانے کی کوشش کرنے لگا۔

وہاں پر موجود تمام لوگ گانے کے عجیب و غریب الفاظ سے خوشی محسوس نہیں کر رہے تھے اور پریشانی ان کے چہروں سے عیاں تھی۔ چرواہا اپنی سوچوں میں گم زمین کو دیکھ رہا تھا جبکہ اس کی بیوی گاتے ہوئے مسافر کو شک کی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ یہ اندازہ لگاتے ہوئے کہ کیا اس نے ابھی ابھی یہ گیت تیار کیا ہے۔

سب لوگ ہی پریشان تھے ماسوائے ایک شخص کے اور وہ تھا پہلا مسافر۔ جو سگار کے کش لگاتے ہوئے گانے والے مسافر سے اس گیت کی مزید فرمائش کر رہا تھا۔ جس نے شراب کے گھونٹ چڑھانے کے بعد دوبارہ گانے کو آگے بڑھایا۔

اے چرواہو سنو میرے اوزار تو بالکل سادہ ہوتے ہیں

میرے ہتھیار تو نظر بھی نہیں آتے

تھوڑی رسی اور ایک کپڑا

لٹکانے کے لئے

اور میرے کام کے لئے یہی چند چیزیں کافی ہیں

چرواہا سمجھ گیا تھا کہ مسافر گانے کے انداز میں بتا رہا تھا اپنے پیشے کے بارے میں۔ اپنی سوچوں کو چھپاتے ہوئے وہاں موجود تمام مہمان ہی حیران پریشان بیٹھے تھے۔ پچاس سالہ بڑی عمر کے آدمی کے ساتھ جس نوجوان لڑکی کی شادی ہو رہی تھی وہ پریشانی کی حالت میں بے ہوش ہو کر آگے کی جانب گرنے لگی۔ دراصل اس کی خواہش تھی کہ اس کا چاہنے والا اسے سنبھالے مگر زیادہ عمر ہونے کی وجہ سے وہ تیزی سے آگے نہیں بڑھ سکتا تھا اس لئے لڑکی خود ہی سنبھل گئی۔

تمام لوگ ہلکی آواز میں چہ مگوئیاں کر رہے تھے کہ اچھا تو یہ وہ جلاد ہے جو کل کاسٹر برج کی جیل میں مجرم کو پھانسی دینے کے لئے آیا ہے۔ مجرم نے دراصل جب کوئی کام نہ ملا تو اپنی غربت کی وجہ سے اس نے بھیڑ چرائی تھی جس کے الزام میں پھانسی کی سزا دے دی گئی۔ اس نے تو اپنے خاندان کی بھوک ختم کرنے کے لئے یہ چوری کی تھی۔ بھیڑ کے مالک بیٹے اور بیوی کے سامنے ہی اسے اٹھایا۔ بہت سے دوسرے لوگ بھی موجود تھے۔

یہاں پر کوئی پھانسی چڑھانے والا نہیں تھا اس لئے دوسرے علاقے سے اسے بلوایا گیا۔ جیل کے بالکل ساتھ پرانے پھانسی دینے والے کا کمرہ موجود ہے۔ مگر وہ فوت ہو چکا ہے اور یہ شخص اب اسی کمرے میں رہائش رکھے گا۔ پھانسی دینے والے نے ان تمام لوگوں کی باتوں پر بالکل توجہ نہ دیتے ہوئے شراب پینے کا کام جاری رکھا۔ تمام لوگ تو پریشان تھے مگر صرف پہلے مسافر نے

اس کی باتوں کا ہنستے مسکراتے جواب دیا اور اس کی تعریف کرتے ہوئے شراب کا پیالہ بلند کیا۔ دونوں کے پیالے ٹکرا رہے تھے۔

جیسے ہی اس نے گیت کے مزید الفاظ ادا کرنے کے لئے منہ کھولا تو اچانک ہی دروازے پر دستک ہوئی۔ مگر یہ دستک آہستگی سے کی گئی تھی۔ ہچکچاہٹ کے ساتھ تمام لوگ پریشان تھے۔ چرواہا بھی فکرمندی سے دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اپنی بیوی کی غصے بھری نظروں سے اپنے آپ کو بچاتے ہوئے۔ بیوی کسی اور کو اندر گھر نہیں آنے دینا چاہتی تھی مگر پھر بھی چرواہے نے دستک دینے والے کو اندر بلا لیا۔ آہستگی سے دروازہ کھلا اور ایک آدمی نظر آیا۔ اس تیسرے آدمی سے بھی کوئی واقف نہ تھا۔ یہ چھوٹے قد و قامت کا آدمی تھا رنگ صاف اور اچھے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ کیا مجھے راستہ بتا سکتے ہیں یہ پوچھتے ہوئے اس نے کمرے میں موجود تمام لوگوں کا جائزہ لیا اور نظریں جلاد پر آ کر رک گئیں۔ دراصل وہ اپنے پیشے کے متعلق گانے میں اتنا ڈوبا ہوا تھا کہ اس تیسرے اجنبی کے آنے کا علم اسے نہ ہو سکا۔ وہ گا رہا تھا کہ

اے سادہ اور معصوم چرواہو

کل میں نے اپنا کام سر انجام دینا ہے

ایک بھیڑ کسان سے چرا کر کھا لی گئی

اور چور کو میں نے پھانسی پر چڑھانا ہے

خدا رحم فرمائے اس چور پر اور اس کی روح پر

دوسرا مسافر اتنی توجہ سے گانا گا رہا تھا کہ شراب اس کے گلاس سے آگ پر گری مگر پھر بھی پوری توجہ کے ساتھ اس نے گانے کے الفاظ دہرائے۔ کہ ہاں خدا رحم فرمائے اس چور پر اور اس کی روح پر۔

تیسرا نیا مسافر دروازے پر چپ چاپ کھڑا تھا اور تمام لوگ اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ جس کا چہرہ بہت زیادہ خوفزدہ اور ڈرا ہوا لگ رہا تھا۔ اس کے ہاتھ پیر اتنے شدید کانپ کر رہے تھے کہ دروازے کے ہلنے کی آواز آ رہی تھی جس کا سہارا لے کر وہ کھڑا ہوا تھا۔ منہ پریشانی کی حالت میں کھلا ہوا تھا اور آنکھیں مسلسل جلاد کو دیکھ رہی تھیں۔ پھر اچانک اس نے تیزی سے دروازہ بند کیا اور فرار ہو گیا۔

چرواہا پریشان تھا کہنے لگا یہ آدمی نے کیا حرکت کی۔ باقی لوگ اس صورتحال سے سخت پریشان تھے اور آہستگی سے جلاد سے دور ہو رہے تھے۔ پھر دور ایک ساتھ جمع ہو کر بیٹھ گئے۔ وہ پھانسی دینے والے کو شیطان خیال کرتے ہوئے اپنے آپ کو اس سے محفوظ رکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ بیس لوگ مکمل خاموش تھے اور صرف کھڑکی سے بارش کے پانی کے ٹپکنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ دوسری آواز آتشدان کی آگ میں گرنے والے پانی کے اس قطرے کی تھی جو کبھی کبھار چمنی سے آ جاتا یا پھر

پہلے مسافر کے سگار پینے کی آواز۔ دور چلنے والی بندوق کی آواز نے خاموشی کو توڑ دیا۔ یہ یقینی طور پر شہر کی طرف سے آئی تھی۔ جلاد چھلانگ لگاتے ہوئے اٹھا اور لوگوں کے پوچھنے پر بتایا کہ مجرم کے فرار ہونے پر بندوق چلائی جاتی ہے۔ دوبارہ بندوق چلنے کی آواز آئی سب لوگ مکمل خاموش رہے پھر آتش دان کے قریب بیٹھے ہوئے پہلے مسافر کی ہلکی سی آواز آئی کہ میں نے بھی ایسا ہی کچھ سنا ہے مگر قیدی کس طرح فرار ہو سکتا ہے۔

جلاد نے کہا میں سوچ رہا ہوں جسے کل پھانسی دینی تھی یہ وہی قیدی فرار نہ ہوا ہو۔

چرواہے نے تیزی سے کہا جو ابھی ہمیں نظر آیا تھا وہ یقینی طور پر وہی قیدی ہے۔ آپ کو دیکھتے ہی پھانسی سے متعلق آپ کا گانا سننے کے بعد وہ لرزنے لگا تھا۔ اس کی تو جیسے جان ہی نکل گئی تھی۔ یہ کہنا تھا گوالے کا۔ چھوٹے قد کے پہلے مسافر نے کہا کہ بالکل بالکل۔ خوف سے اس کے دانت ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے تھے۔ لگ رہا تھا جیسے اس کے دل کی دھڑکن ہی رک گئی تھی اور ایسے فرار ہوا جیسے اس پر گولی چلائی گئی ہو۔ پھانسی دینے والے نے کہا آپ لوگوں نے یہ سب کچھ دیکھ لیا مگر میری آنکھوں سے پوشیدہ رہا۔

ایک عورت نے خوف زدہ انداز میں کہا کہ ہم تو یہ سوچ رہے تھے کہ وہ اچانک کسی چیز سے خوف زدہ ہو کر بھاگا مگر اب وجہ سمجھ میں آچکی ہے۔

وقفے وقفے کے ساتھ قیدی کے فرار ہونے پر چلائی جانے والی بندوق کی آواز آتی رہی اور اب سب کو ہی یقین ہو گیا تھا کہ تیسرا اجنبی ہی دراصل قیدی تھا۔

یہ پوچھنے پر کہ کیا وہاں پر کوئی پولیس کا سپاہی موجود ہے پچاس سال کی عمر والا آدمی ڈرتے ڈرتے آگے بڑھا اور اس کی منگیتر کی سسکیوں کی آواز سنائی دینے لگی۔ اسے کہا گیا کہ تمہاری ذمہ داری ہے کہ اس مجرم کو پکڑو۔ ابھی تو وہ نزدیک ہی ہو گا۔ اس نے جواب دیا اس کے لئے پہلے مجھے گھر جا کر اپنا سرکاری ڈنڈا اور ہتھیار لانا ہو گا پھر ہم سب مل کر اسے تلاش کرنے جائیں گے۔ اتنی دیر میں تو وہ بھاگ چکا ہو گا۔

مگر اس کے بغیر میں اس کا کیسے مقابلہ کروں گا۔ اس پر شاہی نشان لگی ہوئی ہے قانون صرف اسی کے ذریعے مجرم کو ختم کرنے کا مجھے اختیار دیتا ہے۔ اگر اس کی طاقت میرے پاس نہیں ہو گی تو مجرم مجھ پر حملہ کر سکتا ہے۔

پھانسی دینے والے نے کہا سرکاری حیثیت میں میں تمہیں اسے پکڑنے کا اختیار دیتا ہوں۔

پولیس والے نے کہا ٹھیک ہے تو پھر ہم سب لالٹینوں لاٹھیوں اور دوسرے ہتھیاروں کے ساتھ اسے تلاش کرنے چلتے ہیں۔ وہاں موجود سب لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اس لئے اس آدمی کے قیدی ہونے پر مکمل یقین تھا۔ اس لئے کسی نے اعتراض نہ کیا۔

ان کا خیال تھا کہ اس ناہموار جگہ پر وہ تیزی سے تو سفر کر نہیں سکتا اس لئے نزدیک ہی ہو گا۔ لالٹین اور ڈنڈوں کے ساتھ وہ اسے تلاش کرنے کے لئے نکلے۔ بارش کے ہلکی ہونے سے ان کا کام آسان ہو چکا تھا۔ نئی پیدا ہونے والی بچی جس کے لئے جشن منایا جا رہا تھا نے بھی شاید حالات کو محسوس کر لیا۔ اس لئے اب اس کے رونے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ آواز اوپر کی جانب سے آ رہی تھی تو وہاں موجود پریشان خواتین اسی بہانے سے اوپر چلی گئیں اور نیچے کا کمرہ اب بالکل خالی ہو چکا تھا۔

مگر تھوڑی ہی دیر بعد جو لوگ پیچھا کرنے گئے تھے ان میں سے ایک آدمی کمرے میں واپس آ چکا تھا۔ جب دیکھا کہ کمرہ خالی ہے تو سکون سے اندر داخل ہو گیا۔ یہ چھوٹے قد کا سب سے پہلے آنے والا اجنبی تھا۔ تلاش کے لئے جانے والے دوسرے آدمیوں کو چھوڑ کر اس کے واپس آنے کا مقصد اپنے چھوڑے ہوئے کیک کو کھانا تھا۔ بہت تیزی کے ساتھ شراب پیتے ہوئے کیک کو کھانے لگا اور اسی وقت جس طرح یہ دبے پاؤں آیا تھا ایک اور آدمی بھی بالکل اسی طرح خاموشی سے کمرے میں داخل ہوا۔ دوسرا آدمی پھانسی دینے والا جلاد تھا۔ جس نے پہلے آدمی سے مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا کہ میرا تو خیال تھا تم مفرور کو تلاش کر رہے ہو گے۔ پھر اس کی آنکھوں نے کمرے میں شراب کا پیالہ تلاش کرنا شروع کیا۔ دوسرے آدمی نے تیزی سے کیک کھاتے اور شراب پیتے ہوئے کہا کہ میرا بھی تمہارے لئے یہی خیال تھا۔ پہلے نے کان کے قریب منہ کرتے ہوئے کہا کہ ایک مفرور کو تلاش کرنے کے لئے وہ کافی زیادہ لوگ ہیں۔ موسم بھی خراب ہے اور مجرموں کو پکڑنا تو حکومت کی ذمہ داری ہے۔ دوسرے نے کہا کہ ہم دونوں کی سوچ بالکل ایک جیسی ہے اتنی ناہموار جگہ پر تو میری ہڈیوں کا کچومر نکل جانا تھا۔ دوسرے نے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملائی اور کہا کہ یہ بات بس ہمارے درمیان ہی رہنی چاہیئے۔ ایک مجرم کو پکڑنے کے لئے وہ کافی لوگ ہیں اور صبح سے پہلے اسے گرفتار کر لیں گے۔ ہمیں پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ ایک بے مقصد کام پر ہمیں اپنی طاقت خرچ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ دونوں ایک دوسرے کی سوچ کے ساتھ بالکل متفق تھے۔

پھانسی دینے والے نے کہا کہ ابھی مجھے کاسٹر برج بھی پہنچنا ہے اور بس وہاں تک پہنچنے کی مجھ میں ہمت ہے۔ کیا تمہارا بھی وہی راستہ ہے؟

دوسرے نے کہا نہیں میں اپنے گھر جا رہا ہوں دوسری طرف۔ اور تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو میری ٹانگوں میں بھی بس اتنی طاقت ہے جو مجھے گھر تک پہنچا سکیں۔ پھانسی دینے والا اپنی شراب کو ختم کر چکا تھا تو دونوں نے گرمجوشی سے ایک دوسرے سے ہاتھ ملایا خدا حافظ کہا اور اپنی اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔

دوسری جانب سے مجرم کو تلاش کرتے ہوئے باقی لوگ نزدیک ہی موجود سب سے بلند پہاڑ کی چوٹی تک پہنچ چکے تھے۔ وہ بغیر کسی منصوبہ بندی کے آگے بڑھ رہے تھے۔ انہیں احساس ہو گیا کہ پھانسی دینے والا اب ان کے ساتھ نہیں ہے۔ مختلف سمتوں میں سفر کرتے ہوئے کچھ رات کی تاریکی میں قدرتی طور پر بنے ہوئے جال کی مانند جھاڑیوں میں پھنس گئے، کچھ گیلی زمین پر پھسلتے چلے گئے، لالٹین بھی ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا کر گریں اور مکمل طور پر جل گئیں۔

یہ جگہ رات کی تاریکی میں خطرناک تھی تو دوبارہ جمع ہونے کے بعد چرواہے نے آگے چلتے ہوئے انہیں راستہ دکھایا۔ چند لالٹینیں جو بچ گئی تھیں مفرور کو چوکنا کر سکتی تھیں اس لئے وہ بجھادی گئیں۔ وہ خاموشی اور احتیاط سے نیچے کی جانب جارہے تھے۔ ایک کے بعد دوسری گھاٹی میں گئے کبھی جدا ہو جاتے اور پھر مل جاتے۔

پھر اس گھاٹی پر پہنچے جہاں صرف ایک درخت موجود تھا۔ لگتا تھا کہ پچاس سال پہلے کوئی چڑیا اس کے بیج کو اپنے ساتھ یہاں لائی تھی۔ مفرور آدمی انہیں درخت کے پاس نظر آ گیا۔

سپاہی کے منہ سے اچانک سخت آواز کے ساتھ نکلا پیسے دوگے یا جان۔

آواز آئی کہ ہم ڈاکہ ڈالنے نہیں نکلے اس طرح تو ڈاکو بولتے ہیں۔ اس وقت ہم تو قانون کے رکھوالے ہیں۔

سپاہی نے تیزی سے کہا یہ جلدی میں میرے منہ سے نکل گیا کیوں کہ مجھ پر اپنی ذمہ داریوں کا بہت بوجھ ہے۔ اے مجرم اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کردو خدا کے نام پر۔

تیسرے اجنبی نے پہلی مرتبہ ان لوگوں کی موجودگی کا احساس کیا اور بغیر کسی پریشانی یا خوف کے ان لوگوں کی طرف آتے ہوئے کہنے لگا کیا آپ لوگ مجھ سے کچھ کہہ رہے ہیں۔

سپاہی نے کہا ہم تمہیں گرفتار کرنے آئے ہیں۔ جیل سے فرار ہونے کے جرم میں تمہیں گرفتار کیا جاتا ہے تاکہ تمہیں کل صبح مناسب طریقے سے پھانسی پر چڑھایا جاسکے۔

تیسرے اجنبی کو شاید کچھ سمجھ آرہی تھی اس لئے اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کر دیا۔ گیارہ بجے اسے ساتھ لے کر اپنے گھر واپس پہنچے۔ کمرے میں روشنی تھی اور وہاں کاسٹر برج جیل کے دو افسر ایک مجسٹریٹ کے ساتھ موجود تھے۔ وہ سب مجرم کو تلاش کرتے ہوئے وہاں پہنچے تھے۔ پولیس والے نے کہا کہ آپ کا مجرم حاضر ہے۔ اپنی جان خطرے میں ڈال کر اسے گرفتار کیا گیا مگر یہ میرا فرض تھا مجرم کو میرے ساتھیوں نے گھیرے میں لیا ہوا ہے۔

روشنی میں جب تیسرے اجنبی کا چہرہ دیکھا تو سرکاری افسر حیران پریشان کہنے لگے کہ ہم تو اس شخص کو نہیں جانتے۔ سپاہی یقین دلانے کی کوشش کر رہا تھا کہ یہی مجرم ہے مگر جیل کے افسران یہ بات ماننے کے لئے تیار نہ تھے۔

سپاہی نے کہا تو پھر یہ جلاد کو دیکھ کر اس قدر خوف زدہ کیوں ہو گیا تھا؟ وہاں سے کیوں فرار ہوا؟ پھر تمام باتیں افسران کو بتائیں۔

افسر نے تحمل سے تمام باتیں سن کر کہا کہ کچھ عجیب سا معاملہ ہے مگر یہ شخص مجرم نہیں ہے۔ اس شخص کے بال اور آنکھیں کالی ہیں خوش شکل ہے دلکش آواز ہے جو کبھی بھلائی نہیں جاسکتی۔

مجسٹریٹ یہ بات سن کر سخت حیران ہوا کہ وہ مفرور بھی کچھ دیر پہلے اسی کمرے میں موجود تھا۔ چرواہے نے بتایا کہ ہم اصل مجرم کو چھوڑ کر ایک بے گناہ کو مجرم سمجھتے ہوئے تلاش کرتے رہے۔ مجرم تو چلا گیا مگر ایک بے گناہ کو پکڑ لیا۔ مجسٹریٹ بولا کہ کتنی پریشان کن شرمندہ کرنے والی صورت حال ہے۔ فوری طور پر آپ کو دوسرے آدمی کا پیچھا کرنا پڑے گا۔

جسے مجرم سمجھ رہے تھے اس نے پہلی مرتبہ منہ کھولا۔ مفرور کا تذکرہ اس کے دل پر لگا تھا۔ مجسٹریٹ سے کہنے لگا کہ مجھے بھی بات کرنے کی اجازت دیں۔ میں بالکل بے قصور ہوں میرا جرم تو بس اتنا ہے کہ جس آدمی کو پھانسی دی گئی ہے میں اس کا بھائی ہوں۔ مجھے اپنے بھائی کی پھانسی کی سزا کا علم ہوا تو آج دوپہر کو اس سے ملنے کے لئے روانہ ہوا۔ خراب موسم میں تھکا ماندہ رات کو اس گھر میں پہنچا۔ سوچا کہ کچھ دیر آرام کر لوں گا اور راستہ بھی پوچھ لوں گا مگر دروازہ کھلتے ہی مجھے اپنا بھائی نظر آیا جو میرے خیال میں جیل میں ہونا چاہیئے تھا۔ آتش دان کے قریب وہ موجود تھا بالکل اس شخص کے ساتھ جس نے اسے پھانسی دینی تھی۔ اور کتنی عجیب بات ہے کہ وہ پھانسی کے بارے میں ہی گانا بھی گا رہا تھا یہ نہ جانتے ہوئے کہ جسے پھانسی دینی ہے وہ اس کے ساتھ ہی بیٹھا ہے۔ میرے بھائی نے میری طرف اس طرح پریشانی سے دیکھا جیسے کہہ رہا ہو کہ میں یہاں سے چلا جاؤں۔ میں خوفزدہ ہو چکا تھا اس لئے وہاں سے بھاگ گیا۔

آدمی کی باتوں میں سچائی نظر آ رہی تھی اور سب ہی اس سے متاثر ہوئے۔

مجسٹریٹ نے کہا کیا تمہیں علم ہے کہ اس وقت تمہارا بھائی کہاں ہو سکتا ہے۔

بالکل نہیں۔ آخری مرتبہ میں نے اسے اس کمرے میں ہی دیکھا تھا۔

اس کی بات کی دوسرے لوگوں نے بھی گواہی دی۔

اچھا اس کا پیشہ کیا تھا؟

وہ گھڑی ساز تھا گھڑیاں بناتا تھا۔

سپاہی کہنے لگا کہ اس بدمعاش کا تو کہنا تھا کہ وہ پہیئے ٹھیک کرتا ہے۔

جواب آیا کہ شاید اس کا مطلب تھا کہ وہ گھڑیوں کے پہیئے ٹھیک کرتا ہے۔

مجسٹریٹ کے اختیار میں اسے رہا کرنا تھا تو کر دیا مگر اس آدمی کے دکھ درد پریشانیوں کو کم کرنے کا اختیار اس کے پاس نہیں تھا کیونکہ اپنے بھائی سے وہ اپنی جان سے زیادہ محبت کرتا تھا۔

اس آدمی کے جانے کے بعد رات بہت زیادہ گزر چکی تھی تو مفرور کی تلاش صبح تک ترک کر دی گئی۔

اگرچہ دوسری صبح اسے بہت زیادہ تلاش کیا جا رہا تھا مگر حقیقت تو یہ تھی کہ اس کی سزا اس کے جرم کی مناسبت ناانصافی پر مبنی تھی۔ دیہاتی لوگ بھی اس بات سے واقف تھے اور مفرور کی طرفداری کر رہے تھے۔ پھانسی دینے والے کے ساتھ تعلقات اور اچھے برتاؤ نے بھی لوگوں کے دلوں کو متاثر کیا تھا اور دراصل ہر جگہ تلاش کرتے لوگ اس سے ہمدردی رکھتے ہوئے اس کے بچ جانے کے خواہشمند تھے۔

بعد میں لوگ ایک دوسرے کو بتاتے تھے کہ انہیں آبادی سے دور جگہوں پر ایک شخص نظر آتا ہے مگر بعد میں اس جگہ پر تلاش کے دوران وہ کبھی ہاتھ نہ آیا۔

دن گزرتے رہے مگر اس مفرور کو کبھی بھی گرفتار نہ کیا جا سکا۔ کچھ لوگوں کا کہنا تھا کہ وہ دوسرے ملک چلا گیا ہے جبکہ کچھ سمجھتے کہ وہ شہر کے ہجوم میں اپنے آپ کو غائب کر چکا ہے۔

پھانسی دینے والے نے جو ایک پر لطف گھنٹہ مفرور کے ساتھ اس دور دراز کے گھر میں بسر کیا تھا، ان خوشگوار یادوں کی وجہ سے اس کے بعد دوبارہ کاسٹر برج یا کسی بھی جگہ کسی مجرم کو پھانسی پر نہ چڑھایا۔

وقت گزرتا گیا۔ چرواہے فینل اور اس کی بیوی کی قبروں کو گھاس نے ڈھانپ لیا۔

دعوت میں موجود باقی تمام مہمان بھی اپنی اپنی قبروں میں جا چکے تھے

اور جس بچی کی پیدائش کے سلسلے میں دعوت کی جا رہی تھی وہ خزاں کے سوکھے پتے کی مانند بڑھاپے کی عمر کو پہنچ چکی تھی۔

لیکن آج تک دیہات میں ان تین اجنبیوں کی آمد کے بارے میں ابھی بھی تذکرہ ہوتا ہے۔

ٹامس ہارڈی

کی تمام شاہکار کتب

آڈیو اور ٹیکسٹ

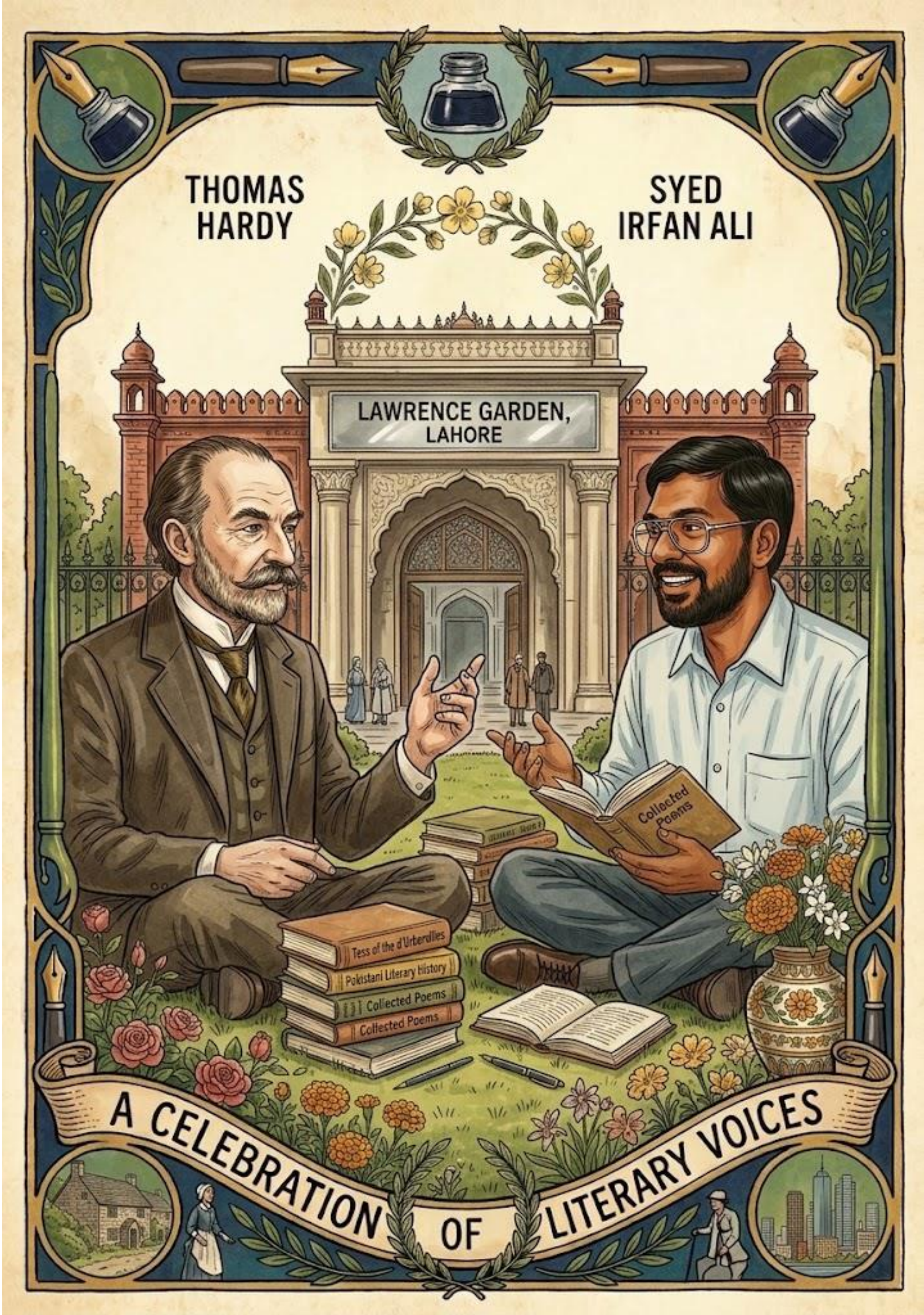

تھامس ہارڈی اور سید عرفان علی لارنس گارڈن لاہور میں